Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

# فکرِ اقبال کے شاعرانہ اسالیب: تحقیقی مطالعہ

# POETIC STYLES OF IQBAL'S THOUGHT: A RESEARCH STUDY

*Dr Muhammad Amir Iqbal, **Ubaida Tasneem

*ABSTRACT:*
*Iqbal performed his duty of awakening the nation with his poetry. He has achieved his goals through poetic terms. He nurtured the inner spirit of the nation by using his artistic talents. He innovated words and concepts metaphorically. He added meaning to his chosen symbols. The rarity of similes in Iqbal's thought has surprised me. Distinctive essays of illustrations enriched Iqbal's thought with artistic merits. Iqbal's metaphors are attractive. In Iqbal's poetry, the world of metaphors also seems to be dwelled. He used simple metaphors and created spiritual meanings from metaphors. These artistic qualities have created uniqueness in Iqbal's poetry. Reading this article makes it easier to understand Iqbal's poetic style. Acknowledgments have widened avenues of research and criticism. The study of this article is very important for the expansion and interpretation of Iqbal's thought.*
*KEYWORDS: Iqbal's thoughts, messenger, poetic terms, symbols, similes, metaphors*

تلخیص: اقبال نے اپنی شاعری سے قوم کو بیدار کرنے کا فریضہ سر انجام دیا۔ آپ نے شاعرانہ اصطلاحات کے استعمال سے اپنے مقاصد کے حصول تک رسائی حاصل کی۔ آپ نے اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قوم کا اندرونی جذبہ پروان چڑھایا۔ آپ نے علامتوں کے استعمال سے الفاظ و مفاہیم میں جدت پیدا کی۔ آپ نے اپنی منتخب علامتوں میں معنویت پیدا کی۔ فکرِ اقبال میں تشبیہات کی ندرت نے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ تشبیہات کے اچھوتے مضامین نے فکرِ اقبال کو فنی خوبیوں سے مالا مال کر دیا۔ اقبال کی مستعمل تشبیہات پُر کشش ہیں۔ اقبال کی شاعری میں استعارات کا جہان بھی آباد دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے آسان استعارے استعمال کیے اور استعاروں سے معنوی تخلیق کا کام لیا۔ ان فنی خوبیوں نے اقبال کی شاعری میں انفرادیت پیدا کی ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال کے شاعرانہ اسالیب کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تحقیق کے لیے نئے عنوانات کے انتخاب میں یہ مضمون موثر ماخذ فراہم کرتا ہے۔ اقبالیات میں تحقیق و تنقید کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔ فکرِ اقبال کی توسیع و تفسیر کے لیے اس مضمون کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

کلیدی الفاظ: فکرِ اقبال، پیام بر، شاعرانہ اصطلاحات، علامات، تشبیہ، استعارہ

------------------------------------------

اقبال کے شاعرانہ افکار کی کلید دریافت کرنے کا قصد کریں تو اسالیب کی نئی کہکشاں ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ فلسفے کو شاعری کی راہ پر چڑھا دیا۔ اقبال کو نہ لکھنوی دبستان کی پرواہ تھی اور نہ ہی دلی سے غرض۔

*Assistant Professor, Urdu Department, University Of Sialkot, Sialkot, Pakistan
**SSS, GGHSS, Bagh, Jhang, Pakistan

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اقبال شاعری کے حوالہ سے ایک خاص نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی شاعری سے قوم کو بیدار کرنے کا فریضہ سر انجام دیا جو ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ نیک نیتی پر مشتمل یہ مقصد شہرتِ عام اور بقائے دوام کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ ان نیک مقاصد کے لیے آپ نے فلسفہ خودی متعارف کرایا اور اس کی تکمیل کے لیے بے خودی کا فلسفہ پیش کیا۔ اس طرح فرد اور ملت کا باہم تعلق مضبوط کیا۔ اقبال نے اپنی فارسی شاعری کے ذریعے پورے ایشیاء میں بیداری کی لہر دوڑادی اور مغرب کی غلامی سے نجات کے لیے قوموں کو بیدار کر دیا۔

یہ سب کام اقبال نے اندرونی جذبہ بیدار کرنے سے کیا۔ صرف بیرونی جذبے سے قومیں انقلاب کے لیے کھڑی نہیں ہوتیں۔ لوگوں کے دلوں میں آزادی کی لہر پیدا کی پھر انقلاب کے لیے لوگ آگے بڑھنے کے لیے تیار ہوئے۔ اقبال نے اپنی شاعری کو ان نیک مقاصد کے لیے استعمال کیا۔

اقبال کی شاعری زبان وادب کا بھی بہترین نمونہ ہے۔ آپ نے اس میں اجتہادی فیصلے بھی کیے۔ کہیں مقطع میں تخلص سے گریز تو کہیں مطلع کی پابندی سے آزاد۔ گویا مقطع کے بغیر ہی غزل۔ اس طرح پوری غزل میں نظم کا انداز یا پھر نظموں میں غزل کا فنی حُسن جو چراغِ رخِ زیبا لے کر ہی ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ اقبال نے شاعرانہ اسالیب کا استعمال نہایت ہی عمدہ انداز سے کیا ہے۔

کوئی بھی فن کار اپنے مطالعہ اور اپنے فن سے اپنی شاعری کو دلکش بناتا ہے مگر اقبال کا مقام ان فن کاروں سے کہیں زیادہ بلند ہے جو روزانہ شاعری کرتے نظر آتے تھے۔ اقبال ایک پیام بر تھے۔ آپ نے اگر تلمیح کا استعمال کیا ہے تو وہ بھی اپنے اندر مقصدیت کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔ اگر علامات کا استعمال ہے تو وہ بھی اپنے اندر تفکر کا جہان لیے ہوئے ہے۔ تشبیہات ہیں تو ان میں جدید و قدیم زمانے کی معلومات کے خزانے ہیں۔ استعارات ہیں تو قاری کو مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔ امیجری اور پیکر تراشی نے تو فکرِ اقبال کو بہت ہی دل نشیں بنادیا اور آگہی کی نئی راہوں پر گامزن کر دیا۔ چند شاعرانہ اسالیب پر انفرادی نظر ڈالتے ہیں۔

علامات:

شاعر حضرات اپنی بات بعض اوقات علامتوں کے ذریعے بھی کہتے ہیں۔ اسے مرصع سازی کہہ لیں یا صناعی مگر یہ ضرور ہے کہ ایک تو یہ شاعر کا فن ہے جو خوبصورت علامات کا استعمال کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے شاعری میں حسن و لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ علامتیں شاعروں سے منسوب بھی ہو جاتی ہیں۔ دراصل شاعر کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے فن سے اپنی استعمال کردہ علامت کی اہمیت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس کا مفہوم وسیع تر بنا دیتا ہے۔ اردو زبان وادب اور اقبالیات کے ماہرین کہتے ہیں:

"فن کار مروجہ لفظوں میں نئے مفاہیم پیدا کر کے ان کے قدروقامت کو وسیع تر ممکنات کا حامل بنادیتا ہے " (۱)

غالبؔ نے اردو شاعری کو علامت نگاری کے نئے تصور سے متعارف کیا اور نادر علامتوں سے اردو شاعری کی حدود کو وسعت عطا کی۔ زنجیر، صحرا، نقش پا، دیوار، بیاباں، وحشت، موج وغیرہ کئی علامتیں ہیں جنھیں غالبؔ نے نیا رنگ عطا کیا۔

احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے — زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا (۲)

غالبؔ کے بعد زیادہ اہمیت اقبال کی ہے۔ اقبال نے ضرورت کے تحت علامات کو تخلیق کیا۔ اقبال نے جو علامتیں تخلیق کی ہیں غالب کے مقابلے میں وہ آسان ہیں اور ان کے مقاصد و مفاہیم کی وسعت بھی بے پناہ ہے۔ اقبال سے پہلے علامت نگاری کی روایت میں عام تشبیہ اور استعارے سے کام لیا جاتا تھا جس میں مقصدیت کا عنصر مفقود تھا۔ غالبؔ کے ہاں کچھ جرات مندی نظر آتی ہے جس کا سہارا لے کر اقبال نے بھی قدم آگے بڑھایا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شعر وشاعری کی جتنی بھی روایات ہیں ان میں علامت نگاری کسی نہ کسی طرح موجود رہی ہے اور اقبال ضرورت کے تحت سب سے استفادہ بھی کرتے رہے ہیں۔

شاعری کی حدود کو متعین کرنا ممکن نہیں کہ وہ خاص طبقے یا گروہ کے لیے کی جائے۔ اسی طرح علامتوں کے لیے بھی ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص مذہبی گروہ سے منسوب کر دی جائیں۔ اقبال کی استعمال شدہ علامتوں میں زیادہ تر شاہین، قلندر، درویش، لالہ، پروانہ اور جگنو وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔

ان میں جو حشرات الارض ہیں، اقبال نے ان میں علامتی معنویت پیدا کر دی ہے۔

اقبال نے "مردِ مومن" کی بات کی ہے اگر اس کی صفات پر غور کریں تو اس میں آنحضرت ﷺ کی زندگی یا اسوہ حسنہ کی جھلک نظر آئے گی۔ مردِ کامل کی ذات میں بھی ویسی قوت، وہی صلاحیت، دردمندی، ایثار اور تقویٰ۔ اقبال نے اسے کبھی مردِ مسلماں کہا ہے اور کبھی صرف مومن بھی کہا ہے۔ معنوی حیثیت سے ان کی کوئی اہمیت نہیں مگر اقبال جب "علامت" کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو ان کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے (۳)

کچھ اور آگے چلیں تو بالِ جبریل تک پہنچتے ہوئے اس علامت کو مزید معنویت اور پختگی میسر آ جاتی ہے۔ نظم "مسجدِ قرطبہ" ہے۔ اب مومن کا تصور مزید مضبوط ہو کر سامنے آتا ہے۔ یہاں مومن کی شان میں کہے گئے الفاظ میں شدتِ اثر بھی ہے اور خلوص میں گرمی بھی محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ الفاظ اور علامات دل پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتی ہیں۔ یہاں "مسجدِ قرطبہ" کی وساطت سے آپ مردِ مومن سے مل سکتے ہیں جس نے اپنے جگر کے خون کی سرخی سے مسجدِ قرطبہ کو تعمیر کیا ہے۔ مردِ مومن نے سنگ و خشت کی اس تعمیر میں ابدیت کے نقوش اجاگر کر دیے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
نقطۂ پُرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز (۴)

نظم "ضربِ کلیم" میں "مومن" کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ اس میں بہت سی علامتیں دیکھی جا سکتی ہیں:

مومن (دنیا میں)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں جبریل و سرافیل صیاد ہے مومن

(جنت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن (۵)

اقبال نے جہاں بہت سی علامات استعمال کی ہیں ان میں شاہین بھی ایک علامت ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"شاہین کا کہیں بھی ذکر آئے ذہن فوراً اقبال کی طرف جاتا ہے" (۶)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

شاہین عام پرندہ نہیں بلکہ اقبال نے اسے جہد مسلسل اور سخت کوشی کی علامت کے طور پر لیا ہے۔اقبال نے پروفیسر ظفر احمد صدیقی کے نام خط میں شاہین کی صفات لکھی تھیں۔پروفیسر ظفر احمد صدیقی اس وقت مجیدیہ اسلامیہ کالج الہ آباد میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔ ۱۲، دسمبر ۱۹۳۶ء کو اقبال نے لکھا۔

" شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ تشبیہ نہیں ہے۔اس جانور میں اسلامی فقر کے تمام خصوصیات پائے جاتے ہیں(۱) خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا(۲) بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا(۳) بلند پرواز ہے(۴) خلوت پسند ہے (۵) تیز نگاہ ہے " (۷)

ابوالعلا معرّی عربی زبان کا مشہور شاعر تھا۔اس نے کبھی گوشت نہ کھایا تھا۔ایک مرتبہ اسے تیتر بھون کر کھانے کے لیے دیا گیا۔اس کی کمزوری پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا:

افسوس، صد افسوس کہ شاہین نہ بناتو — دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!(۸)

جب پورا ہندوستان انگریز کی غلامی میں تھا تو اقبال نے اس قوم کی بیداری کے لیے شاہین کی علامت استعمال کی۔اس وقت لازم تھا کہ ہندوستانی قوم میں آزادی کا عزم اور ایثار کی حرارت پیدا کی جائے۔یہ اقبال ہی کا کام ہے کہ اس نے غلام قوم میں سوز یقیں بیدار کیا۔شاہین ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی کمزور پرندے اقبال کے یہاں علامت کے طور پر نظر آتے ہیں۔اگر ان میں ہمت پیدا ہو تو وہ شاہین سے بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔اقبال کا مقصد صرف قوم کو بیدار کرنا اور غلامی سے نجات دلانا تھا۔شاہین کی علامت اس لیے نہیں ہے کہ قتل وغارت کا بازار گرم کیا جائے یا قوت مل جانے کے بعد کمزوروں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔اقبال قوت اور طاقت کے توحق میں ہیں مگر ایسی قوت جو بھلائی کے لیے ہو اور جو عظمت انسانی کے مقاصد کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہو۔

اقبال کے یہاں کنجشک، ممولہ، کبوتر، فاختہ جیسی علامات بھی ہیں جو شاہین سے بہت کمزور ہیں مگر اقبال ان کی ہمت بندھاتے ہیں کہ اگر زندگی میں اپنے سے زیادہ مضبوط قوت سے مقابلے کی ضرورت پیش آجائے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

شاہین کو اقبال نے کئی نام دیے ہیں۔عقاب، شاہ باز، شہ پر، باز، شاہین قہستانی وغیرہ۔سب کی صفات یکساں ہیں۔پروفیسر عبدالحق نے اقبال کی اس علامت کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"ہندی غلاموں کے لہو میں سوزِ یقیں کی تپش، مغربی آقاؤں سے نجات کے لیے شاہین سے بہتر کوئی علامت نہیں ہو سکتی " (۹)

اقبال کی علامات میں لالہ، نرگس، گل، بلبل، بت خانہ، حرم، کلیسا، شمع، دیر و حرم، کعبہ و سومنات، پیران کلیسا، حرم وبت خانہ، مسجد، شیخ، برہمن، کافری، فقیر، درویش، قلندر، مردان خدا، لالہ، شاہین، مومن، غرض یہ کہ اگر فہرست بنانے بیٹھیں تو پورا دفتر تخلیق کیا جا سکتا ہے۔درج بالا مختصر اور جامع مثالیں اقبال کی فنی انفرادیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تشبیہات:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اقبال کا فکری سفر، شاعرانہ انداز اور شاعرانہ مقاصد، دوسروں سے مختلف تھے۔ اس لیے اقبال نے شاعرانہ محاسن کو بھی اپنے خاص مقاصد کے لیے استعمال کیا۔
اس طرح کلام اقبال میں صنائع بدائع کا ذخیرہ بھی موجود ہے اور شعری محاسن کو اقبال نے جس طرح استعمال کیا ہے قاری پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ تشبیہ کے حوالہ سے اقبال شناس کہتے ہیں:

" صنائع بدائع ایک بڑا ذخیرہ کلام میں موجود ہے۔ تشبیہات کی ندرت اور ان کی ارزانی پر حیرت ہوتی ہے " (۱۰)

اقبال کے کلام میں تشبیہ کی بہت سی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اقبال نے انہیں اپنے خاص مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ صرف شاعرانہ لطف و کرم کے لیے یا لذت کے لیے تشبیہ کا سہارا نہیں لیا۔ نظم "ساقی نامہ" کے یہ اشعار دیکھیے۔

یہ عالم، یہ بت خانہ، شش جہات — اسی نے تراشا ہے یہ سومنات
یہ عالم، یہ بت خانہ، چشم و گوش — جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش (۱۱)

ان اشعار میں "بت خانہ کو شش جہات" اور "بت خانۂ چشم و گوش" جیسے الفاظ و تراکیب حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات کے حامل ہیں اور اقبال نے انہیں تشبیہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اقبال کے اسلوب شعر میں اور بھی بہت سی تشبیہات استعمال ہوئی ہیں۔ ان کا تعلق عمرانیات، سیاسیات اور تہذیب سے بھی ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری کا بڑا حصہ عالم انسانیت کے عمرانی اور سیاسی مسائل کی تشریح اور تعبیر کی نذر کر دیا۔ انہوں نے زندگی کی ان غیر دلکش اور کھردری حقیقتوں کو لباس حسن و زیبائی میں پیش کر کے شعری اسلوب کو ایک نئے آہنگ سے روشناس کیا۔ تشبیہات کے لیے اچھوتے مضامین نے فکرِ اقبال کو فنی خوبیوں سے لبریز کر دیا۔ اس شعر کا مضمون دیکھیے:

آزاد کی رگ سخت ہے مانند رگ سنگ — محکوم کی رگ نرم ہے مانند رگ تاک (۱۲)

رگ سنگ اور رگ تاک کی تشبیہ سے اقبال کی غیر معمولی رغبت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اقبال نے دینی ماخذ کو بھی بہ طور تشبیہ استعمال کیا ہے۔ "ضرب کلیم" کی نظم " لا الہ الا اللہ" اس کی عمدہ مثال ہے۔

یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند — بتان وہم و گماں، لا الہ الا اللہ (۱۳)

"بتان وہم و گماں" ایک محسوس ہونے والی علامت ہے۔ اس سے اقبال کے جمالیاتی حسن کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اقبال کی شاعری تشبیہات کا انمول خزانہ لیے ہوئے ہے۔ بالِ جبریل کی غزل دیکھیے۔

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن — مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن
برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح — اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن (۱۴)

برِ صغیر کے معروف اقبال شناس پروفیسر عبد الحق نے تو اس غزل کو ایک حیرت خیز معجزہ قرار دیا ہے۔ جس طرح نظم میں شاعر اپنے پیغام کی طرف بڑھتا ہے ویسے ہی اس غزل میں اقبال ارتقائی عمل اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح اقبال اپنے فکر و فلسفہ کو قاری کے دل و دماغ میں اتارنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک اس غزل کے فنی محاسن کی بات ہے، اس حوالہ سے پروفیسر عبد الحق کہتے ہیں:

" اس غزل میں تشبیہوں کی ندرت بھی پر کشش ہے۔ اقبال نے شعری محاسن کے جملہ آداب کو برتا ہے " (۱۵)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اقبال ضرورت کے تحت ماضی سے بھی فائدہ اٹھاتے تھے مگر حال انہیں زیادہ عزیز تھا۔ آپ نے تشبیہات کا استعمال بھی ہندوستانی قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ہی کیا۔ تشبیہات میں چاہے رومانی پہلو ہو یا کہیں جمالیاتی عنصر غالب ہو، تشبیہات مذہبی ہوں یا مابعد الطبیعات کی عکاس ہوں، مقصد صرف اور صرف بنی نوع انسان کی بھلائی تھا اور خاص طور پر ہندوستانی قوم کی بیداری کے لیے خاص مقاصد کو سامنے رکھ کر اقبال نے شاعری کا فریضہ سرانجام دیا۔

اگر اقبال سے قبل کی پوری شعری و ادبی روایت پر غور کریں تو انسانی مجبوری اور چیختی ہوئی انسانیت کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ یہ اقبال ہی ہے جس نے قوم کو بیدار کیا اور جینے کا سلیقہ سکھایا۔ ابتدائی دور کا کلام تو تشبیہات سے بھرا پڑا ہے۔ اقبال کی تشبیہات کے انتخاب نے اور شاعرانہ اندازِ بیان نے انہیں منفرد شاعر بنا دیا ہے۔ قاضی عبدالرحمن ہاشمی کہتے ہیں:

> ”اقبال بہ استثنائے چند اردو کی پوری شعری روایت میں پہلے شاعر ہیں جو کسی سادہ سے لفظ کو ایک پیچیدہ تصور اور گہرے فلسفیانہ معنی کا حامل بنا دیتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سے قبل اردو شاعری میں الفاظ کا یہ سرمایہ درآمد کیا جاتا تھا اور اس میں شاعر کا مافیہ و مدعا بھی ہوتا تھا لیکن اقبال کی انفرادیت و اہمیت یہی ہے کہ انہوں نے ایک سمجھے بوجھے فلسفہ و تصور کو شاعری کی زبان میں اس طرح پیش کیا جسے ہم ان کا لاشعوری تجربہ سمجھ کر قبول کرتے جو کسی بھی شاعر کا بیش قیمت عطیہ ہے۔ اقبال کی تشبیہات کا یہی وہ انفرادی وصف بھی ہے جو انہیں دیگر تمام شعرا پر قدر بالاتری دلاتا ہے“ (۱۶)

اقبال نے ان تشبیہات کے سہارے نہ صرف ادبی اور فنی شہرت حاصل کی بلکہ ہندوستانی قوم کے دلوں پر راج کیا۔ اس طرح انگریز حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی تحریک نے مزید زور پکڑا۔ اقبال کی تشبیہات کا انتخاب اور استعمال معنی خیز بھی ہے اور قابلِ تحسین بھی۔ تشبیہات کا استعمال فکرِ اقبال کو فنی اعتبار سے مزیّن کرتا ہے۔

استعارات:

شاعری میں استعارہ کی بہت اہمیت ہے استعارہ کو شعر کی جان تصور کیا جاتا ہے۔ استعارہ کو شاعر اپنے تخیل سے جنم دیتا ہے۔ شاعر اپنی پرچھائیوں کو جسم اور محسوسات کو زبان دے کر تخیل کی مدد سے استعارہ کو جنم دیتا ہے۔ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے اور وہ بھی جس کو تشبیہ دی جائے دونوں موجود ہوتی ہیں۔ استعارے میں ان دونوں میں سے صرف ایک چیز موجود ہوتی ہے اس لیے تشبیہ میں صراحت و وضاحت ہوتی ہے اور استعارے میں رمز و ابہام۔ نثر کو وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہاں تشبیہ زیادہ موثر رہتی ہے۔

شاعری میں ابہام سے حسن پیدا ہوتا ہے اس لیے استعارا شاعری کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اقبال ایک پیام بر شاعر تھے۔ ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ شاعری میں پیچیدگی اور ابہام سے لوگوں کو الجھائیں۔ اقبال کے استعارے آسان اور توضیحی ہیں۔ اقبال نے اپنے استعاروں سے اپنی شاعری کو سمجھانے کا کام کم اور تخلیق معانی کا کام زیادہ لیا ہے۔ معتبر اقبال شناسوں نے کہا ہے کہ صنائع بدائع کا بڑا ذخیرہ کلام اقبال میں موجود ہے۔ تشبیہات کی ندرت اور ان کی ارزانی پر حیرت ہوتی ہے۔ فکرِ اقبال ہو یا کلامِ اقبال، اقبال شناس کہتے ہیں:

> ”اس میں استعاروں کی پوری دنیا آباد ہے“ (۱۷)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کلیات اقبال کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح بھی ہوتی ہے کہ نہ صرف استعاروں کی پوری دنیا آباد ہے بلکہ اقبال کا بنیادی شعری اسلوب بھی استعاراتی ہے۔ اقبال کی شاعری میں استعارہ جس کثرت سے استعمال ہوا ہے، اس لحاظ سے نہ تو تشبیہ کا استعمال ہوا ہے اور نہ ہی علامت کا۔ ان استعاروں میں قاری کی دلچسپی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر ابدی نظر افروزی کی شان رکھتے ہیں۔ یہ پہلو اقبال کو دیگر تمام شعرا سے ممتاز بناتا ہے۔

شہادت کے لیے بہنے والا خون کا قطرہ بھی حیات جاوید حاصل کر لیتا ہے۔ پتھر کی رگوں میں خون گردش کرتا ہے اور پھر پتھر کا دل چیرنے سے خورشید کا لہو ٹپکتا ہے۔ اس طرح لہو کا استعارہ دراصل شہادت کے مرکزی نکتے سے تعلق رکھتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"شہادت کے سبب ہر قطرہ لہو زندگی جاوداں حاصل کرتا ہے لہو کا استعارہ ہو یا علامت سب شہادت کے ایک ہی مرکز سے وابستہ ہیں " (۱۸)

اقبال نے استعاروں کے انتخاب میں تمام ادبی قواعد کو ملحوظ خاطر رکھا اور فکرِ اقبال کا مطالعہ اس بات کا گواہ ہے کہ پورے کلام میں علامت، تشبیہ اور استعارے سے پوری قوم کو بیدار کرنے کا پیغمبرانہ فریضہ سر انجام دیا۔ اقبال کی اصل فنی خوبصورتی اور عظمت ان اخذ کردہ اور تراشے ہوئے استعاروں میں ہے جو اپنی پراسرار جادوئی انفرادیت کے باعث بہت ہی قابل قدر ہیں۔

شاعر کے ذہن میں جو بھی بات آتی ہے وہ اپنے فکر کی بدولت کوئی استعارا تخلیق کر لیتا ہے پھر وہ شاعر رفتہ رفتہ آگے بڑھتا ہے اور استعاروں کی دنیا بھی آباد کرتا ہے اور ارتقائی منزلیں بھی طے کرتا ہے۔ شاعروں کے ہجوم میں اقبال ایسے شاعر ہیں جو استعاروں کا جہان آباد کرنے میں بے مثال ہیں۔

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے درافشاں ہونا ناقہ شاہد قدرت کا حدی خواں ہونا (۱۹)

اس میں درافشاں ہونا اور حدی خواں استعارے ہیں جو اقبال کی رومانوی بصیرت کی طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان استعاروں میں "ناقہ" کو بھی قرون اولیٰ کی ایک دلچسپ جھلک کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ قدیم عرب تہذیب میں ناقہ رہگزاروں کا سفینہ اور پوری عرب قوم کے لیے وہ جولان گاہ ہے جس کے سائے میں کارواں وجود اپنے خوابوں کو حقیقت میں ڈھلتا دیکھتا ہے اس طرح اقبال کی شاعری کے مختلف ادوار کے حوالہ سے دیکھیں تو ہمیں ابتدائی دور میں حسن وزیبائی سے ماخوذ استعارات نظر آتے ہیں ساتھ ہی کہیں مذہبی اور تہذیبی استعارات بھی نظر سے گزرتے ہیں۔ نظم "جگنو" میں بھی "تشبیہات" اور "استعارات" کا جہان آباد ہے۔

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی نکلا کبھی گہن سے، آیا کبھی گہن میں (۲۰)

اقبال نہ صرف ایک عمیق اور پیچیدہ استعاراتی شعور رکھتے تھے بلکہ ان کی تخلیقی زندگی کا ایک اہم ترین جزو اور سرمایہ تھے جس کے استعمال میں وہ بڑی دیانت داری، وضع احتیاط اور سلیقہ مندی سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے یہاں استعاروں کی جو دنیا آباد ہے وہ اپنی تخلیق کے سبب بے مثال اور نمایاں ہے۔ اقبال نے انہیں جس سیاق وسباق میں استعمال کیا ہے، وہ استعارے کلام اقبال اور پیام اقبال کی جان اور اس آگہی کے اظہار کا عمدہ اور معتبر وسیلہ بن چکے ہیں جو حکیم الامت پوری دنیا کے حوالے کر گئے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol.5 No.1 2022

ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شاعرانہ اصطلاحات نہ صرف شاعری کو دلکش بناتی ہیں بلکہ ان کا بامقصد استعمال مقاصد کے حصول میں بھی کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اقبال نے ان کے استعمال سے نہ صرف شاعری میں رعنائی کی خوبی کا فن پروان چڑھایا بلکہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے انہیں معنویت بھی عطا کی ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے تحقیق وتنقید کے نئے موضوعات تخلیق پائیں گے۔ اقبالیات کا دامن وسیع ہوگا۔ نئے ماخذوں تک رسائی کا شوق پروان چڑھے گا اور فکرِ اقبال کی تفسیر میں کشادگی پیدا ہوگی۔

## حوالہ جات

(۱)عبدالحق، پروفیسر، اقبال۔ شاعرِ رنگیں نوا، اقبال کا جہان شاہین، نئی دہلی: اصیلا پریس، دریاگنج، اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ ۱۱۶

(۲)غالبؔ، اسد اللہ خاں، دیوان غالب، جرمن ایڈیشن، ناشر، آغا امیر حسین، لاہور: کلاسک ریگل چوک دی مال، جنوری ۲۰۰۱ء صفحہ ۱۱

(۳)اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، طلوع اسلام، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء صفحہ ۳۰۳

(۴)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، مسجد قرطبہ، صفحہ ۴۲۴

(۵)اقبال، کلیات اقبال اردو، ضرب کلیم، مومن، ۵۵۸

(۶)عبدالحق، پروفیسر، اقبال۔ شاعرِ رنگیں نوا، اقبال کا جہان شاہین، صفحہ ۱۱۶

(۷)اقبال، کلیات مکاتیب اقبال، جلد چہارم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، 1998ء، صفحہ ۴۱۵

(۸)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، ابوالعلا معریؔ، صفحہ ۴۸۷

(۹)عبدالحق، پروفیسر، اقبال۔ شاعرِ رنگیں نوا، اقبال کا جہان شاہین، صفحہ ۱۲۲

(۱۰)عبدالحق، پروفیسر، علامہ اقبال، مونوگراف، دہلی: اردو اکادمی، ۲۰۱۶ء، صفحہ ۷۱

(۱۱)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، ساقی نامہ، صفحہ ۴۵۰

(۱۲)اقبال، کلیات اقبال اردو، ارمغان حجاز، ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض، ۱۰، صفحہ ۷۴۴

(۱۳)اقبال، کلیات اقبال اردو، ضرب کلیم، لا الہ الا اللہ، صفحہ ۵۲۷

(۱۴)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل ۷، حصہ دوم، صفحہ ۳۶۷

(۱۵)عبدالحق، پروفیسر، علامہ اقبال، مونوگراف، صفحہ ۷۱

(۱۶)ہاشمی، عبدالرحمن، قاضی، شعریات اقبال، نئی دہلی: شعبہ اردو جامعہ ملیہ، جولائی ۱۹۸۶ء، صفحہ ۱۳۹

(۱۷)عبدالحق، پروفیسر، علامہ اقبال، مونوگراف، صفحہ ۷۱

(۱۸)عبدالحق، پروفیسر، اقبال اور اقبالیات، اقبال اور مقام شبیری، سری نگر: میزان پبلشرز رجسٹرڈ، بار دوم ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۲

(۱۹)اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، ابر کہسار، صفحہ ۵۷

(۲۰)اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جگنو، صفحہ ۱۱۰